قتل الرحمۃ کی شرعی حیثیت

الطاف حسین لنگڑیال *
محمد مسلم **

ABSTRACT:

Euthanasia or Mercy killing is one of the most controversial and burning issues of present day. The first section of article is about the introduction, history and types of euthanasia. The second section is about the world current status of legislation about it. Third section is cardinal section of the article and describes about the legitimacy of euthanasia from Islamic perspectives. The views of proponents of euthanasia are analyzed in the light of Qur'an, Hadith and the views of Islamic Jurists. In this section Islamic concept of Sanctity of human life, suicide because of unbearable pain and quitting treatment is discussed. The rebuking penalties for the person who commits euthanasia is also discussed and the expected impacts of euthanasia are also discussed. In 4th section the decisions of Islamic consensual colleges of legislation are presented to bring forth the collective decisions of Islamic jurisprudence. Killing a person with his own permission, the legal status of "don't resuscitate" order, and the doctrine of double effect of medicines is also discussed. The 5th section is a brief retort of the proponents of the euthanasia and reveals the hidden realities relating to euthanasia. In last the summary and findings of the research are presented.

تعارف

قتل الرحمۃ عصر حاصر کا سب سے زیرِ بحث مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ ہے جس پر طبی، اخلاقی اور مذہبی نقطہ نظر سے بحث جاری ہے۔اس کے لیے عالمی مباحث میں لفظ Euthanasia استعمال ہوتا ہے جو کہ یونانی زبان کا لفظ ہے جس کا معانی ہے آسان یا اچھی موت۔بعض اوقات اسے Mercy Killing یا Physicial Assisted Suicide(۱) کا نام بھی دیا جاتا ہے۔عربی میں اس کے لیے لفظ قتل المرحمۃ یا قتل الرحمۃ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔اس لیے اس کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

> "The painless killing of a patient suffering from an incurable and painful disease or in an irreversible coma"(۲)

* ڈائریکٹر بہاولنگر کیمپس/ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور برقی پتا: altaf.hussain@ iub.edu.pk
** اسکالر ایم فل علوم اسلامیہ، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور برقی پتا: altaf.hussain@ iub.edu.pk
تاریخِ موصولہ: ۳/۴/۲۰۱۵ء

"ایسے مریض کو بغیر تکلیف کے ماردینا جو کہ نا قابلِ علاج اور دردناک بیماری کا شکار ہو یا نا قابلِ واپسی بے ہوشی میں مبتلا ہو"۔

میڈیکل سائنس میں اس کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

"The act or practice of killing hopelessly sick or injured individuals (as persons or domestic animals) in a relatively painless way for reasons of mercy; also : the act or practice of allowing a hopelessly sick or injured patient to die by taking less than complete medical measures to prolong life-called also mercy killing".(۳)

"صحت یابی سے ناامیدی کی حد تک بیمار یا زخمی شخص یا جانور کو بغرضِ رحمدلی ایسے قتل کرنے کا عمل کہ جس میں اسے تکلیف نہ ہو، یا یہ کہ صحت یابی سے ناامیدی کی حد تک بیمار یا زخمی شخص یا جانور کو بغرضِ رحمدلی پوری طبی سہولیات فراہم نہ کرنا جس سے اس کی زندگی طویل ہوتی ہو، تا کہ وہ جلد مرجائے اور تکلیف سے نجات حاصل کرلے"۔

قتل الرحمۃ سے متعلق بحث کا آغاز مادیت اور صنعتی انقلاب کی دین ہے اور اس کی پشت پر مقاصد بھی خالصتاً مادی نوعیت کے ہیں اگر چہ اس کے نام میں رحمدلی یا انسانیت کا مقدس لفظ بھی آتا ہے۔ بطور مسلمان اس کو قبول یا رد کرنے سے قبل ہمیں اسلامی لٹریچر میں اس کی شرعی حیثیت کو دیکھنا ہوگا آیا اس کی کسی حد تک اجازت دی جاسکتی ہے یا کلیۃً اس سے منع کیا جائے گا۔ مقاصدِ شرعیہ کے حصول کے لیے قانون سازی سے قبل اس کی فوائد و نقصانات کو گہرائی سے دیکھنا ہوگا۔

دورِ مادیت میں ترقی کے ساتھ ساتھ اس طرح کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں اس لیے ان موضوعات پر سماجی، طبی اور مذہبی نقطہ نظر سے محققین نے اپنی آراء کا اظہار کیا ہے اور مختلف نقطہ نظر سے تحقیقی مقالہ جات شائع کیے ہیں، جن میں Aramesh, K., اور Shadi کا آرٹیکل جو کہ Euthanasia: an Islamic ethical perspective کے نام سے تہران یونیورسٹی سے شائع ہوا(۴)، چونکہ ایک میڈیکل یونیورسٹی کے محقق کی کاوش ہے اس لیے اسلام پر طب غالب نظر آتی ہے۔ اسلامی آزاد یونیورسٹی شوستر ایران سے Humanities Department سے ایک محقق Mehran Narimisa نے اپنا مقالہ European Scientific Journal,10 (10) میں شائع کرایا جس کا عنوان EUTHANASIA IN ISLAMIC VIEWS تھا(۵)۔ اس آرٹیکل میں اسلامی نقطہ نظر کو اجاگر کرنے کے لیے قرآن، حدیث یا فقہاء کے اقوال سے قطعاً استدلال نہیں کیا گیا۔ علوم الشریعۃ والقانون مجلد 34، عدد 2، 2007، میں شائع ہونے والا حمزہ عبدالکریم حماد کا مضمون بعنوان "قتل الرحمة رؤية فقهية مقاصدية قانونية" (۶) میں اسلامی نقطہ نظر کو اجاگر کیا ہے اور اسلام کے بنیادی مصادر کے حوالہ جات بھی وافر ہیں، لیکن اس میں مجامع فقہیہ کی آراء کو ترجیح دینے کی بجائے انفرادی فتاویٰ اور ملکی قوانین کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ Journal of the Royal Society of Medicine, 91(3) میں عزیز شیخ کا مضمون Death and dying - a Muslim perspective کے نام سے موجود ہے(۷) جس میں قتل الرحمۃ کا بہت جزوی تذکرہ ہے، اس مضمون

کا اصل مقصد یورپ میں مقیم مسلمان مریضوں اوران کے لواحقین کے بارے میں طبی شعبہ کے افراد کے غلط تصوات کا ازالہ ہے۔ Canadian Medical Association Journal, 164 (1) میں شائع ہونے والا عبداللہ ایس ڈار کا آرٹیکل بعنوان Islamic bioethics. Bioethics for clinicians . میں بھی قتل الرحمۃ کا کچھ جزوی ذکر ہے(۸) لیکن موضوع قانونی حیثیت کی بجائے اخلاقی حیثیت ہے اور نقطہ نظر بھی شرعی کی بجائے طبی ہے۔ ڈاکٹر محمد علی البار کا ایک مضمون "Seeking remedy: abstaining from therapy and resuscitation, an Islamic perspective" کے عنوان سے Saudi Journal of Kidney Diseases and Transplantation 18, no.4 (2007) میں شائع ہوا تھا (۹)۔ اس میں بھی جزوی طور پر قتل الرحمۃ کا تذکرہ ہوا لیکن اور عنوان میں ذیلی تذکرہ موضوع کی اہمیت کے اعتبار سے کافی نہیں تھا۔ شمالی امریکہ کے مسلمان اطباء کی مؤثر تنظیم IMANA کی IMANA Ethics Committee نے بھی Islamic medical ethics the IMANA perspective کے عنوان سے اپنے نقطہ نظر کا اظہار Journal of the Islamic Medical Association of North America 37 (1) میں کیا تھا(۱۰)۔ نورالدین بوکردید نے **منہج الشریعۃ الإسلامیۃ فی محاربۃ الإنتحار** کے نام سے خودکشی کے موضوع پر لکھا(۱۱) لیکن قتل الرحمۃ اور خودکشی میں واضح فرق موجود ہے۔

ان عنواناتِ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے اسلامی قانون میں قتل الرحمۃ کی حیثیت سے بہت کم بحث کی گئی بلکہ ان محققین کا موضوع ہی سماجیات، انسانیات یا طب سے متعلق رہا ہے ۔ زیرِ نظر مقالہ میں اسلامی نقطہ نظر کو قرآن ،سنت ،اقوالِ فقہاء اور مجامع فقہیہ کی روشنی میں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے معاشرہ پر اثرات کو بھی زیرِ بحث لایا گیا ہے ۔اس کے علاوہ اس کے قائلین و مانعین کے دلائل کا تجزیہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے پیچھے چھپے ہوئے مقاصد کو بھی ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔

قتل الرحمۃ کی مختصر تاریخ

قتل الرحمۃ کے مجوزین کے نزدیک یہ کوئی نئی بحث نہیں ہے بلکہ اس پر قدیم یونان اور روم میں وسیع پیمانے پر عمل بھی کیا جاتا رہا ہے۔ مثال کے طور پر Marseilles, isle of Kea, اور Athens میں شوکران (hemlock) کے پودے کو موت جلدی لانے کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے ۔ ماضی میں اس سے مراد قتل کرنا نہیں تھا بلکہ موت کے جلدی آنے کے لیے اسباب فراہم کرنا تھا، (جس میں مریض کے سر کے نیچے سے اچانک تکیہ نکالنے یا بعض منتر پڑھنے جیسے ٹوٹکے بھی تھے)۔اس طرح سے موت کو جلدی لانے کی کاوش کرنے کی حمایت میں بہت سے فلاسفر بھی رہے ہیں جن میں افلاطون ،سینیکا، ایلڈر جیسے لوگ بھی شامل ہیں ۔تاہم بقراط، جو کہ بابائے طب کہلاتا ہے، اس عمل کے شدید خلاف تھا کہتا تھا ’’میں کسی کو خوش کرنے کے لیے کوئی ایسی دوائی تجویز نہیں کرتا جو مہلک ہو اور نہ ہی کوئی ایسی تجویز دیتا ہوں جو کسی کی موت کا باعث بن سکتی ہو‘‘۔ (۱۲)

Questel ایسی بہت سی تجاویز دیتا ہے جس سے موت جلدی آجائے جیسا کہ مریض کے سر کے نیچے سے اچانک تکیہ کھینچنا، مریض کو زمین پر لٹانا لیکن ایسے امور کی مخالفت بھی کی جاتی رہی ہے کہ یہ خدا اور فطرت کے اصولوں کے خلاف

ہے۔(۱۳) قتل الرحمۃ میں بعض اوقات گلا گھونٹنا اور خون بہانا بھی شامل رہے ہیں۔عصر حاضر کی قتل الرحمۃ کی بحث اٹھارھویں صدی میں شروع ہوئی جب John Warner نے 1848 مرض الموت کے تکلیف کو کم کرنے کے لیے مارفین کا استعمال تجویز کیا۔اسی طرح سے Joseph Bullar نے اسی مقصد کے لیے کلوروفام استعمال کرنے کی تجویز پیش کی جبکہ یہ دونوں ادویات مہلک ہیں۔ اس عنوان پر پہلا مباحثہ Samuel Williams نامی سکول ٹیچر نے شروع کیا اور یہ مباحثہ Birmingham Speculative Club میں ہوا جو کہ انگلینڈ میں واقع ہے۔(۱۴)

قتل الرحمۃ کی اقسام

قتل الرحمۃ کو تین بڑی اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے(۱۵)

اختیاری قتل الرحمۃ: (Voluntary euthanasia) اس کا تعلق نام نہاد ''حقِ موت'' سے ہے، اس طرح کے معاملات میں مریض خود مرنا چاہتا ہے۔

غیر اختیاری قتل الرحمۃ: (Non-voluntary euthanasia) اس طرح کے قتل میں مریض کی وصیت دستیاب نہیں ہوتی، (جیسا کہ وہ بیہوش ہو یا بولنے کے قابل نہ ہو) اس کی مثال بچوں کا قتل الرحمۃ ہے۔

خلافِ اختیار قتل الرحمۃ: (Involuntary euthanasia) اس صورت میں مریض کی مرضی کے خلاف قتل الرحمۃ کا ارتکاب کیا جاتا ہے، اس طرح کا عمل ورثاء کی طرف سے یا طبی ماہرین کی طرف سے مریض کی تکلیف کو دیکھتے ہوئے خاموشی سے سرانجام دیا جاتا ہے۔

یہ تینوں قسمیں مزید برآں پھر دو دو اقسام میں تقسیم کی جاتی ہیں:

فعال قتل الرحمۃ: (Active euthanasia) جس میں ایسے زہریلے مادے استعمال کیے جاتے ہیں جو کہ فوری طور پر ہلاکت کا باعث بنتے ہیں۔

منفعل قتل الرحمۃ: (Passive euthanasia) اس میں بالعموم عمومی علاج جو کہ زندگی کی بقاء کے لیے ضروری ہوتا ہے روک دیا جاتا ہے جس کے باعث آہستہ آہستہ مریض کی موت ہو جاتی ہے۔جیسا کہ خوراک کی نالی کا ہٹا دینا، وینٹیلیٹر کا ہٹا دینا، زندگی بچانے والی ادویات کا بند کر دینا وغیرہ۔بعض اوقات ایسی ادویات بھی استعمال کی جاتی ہیں جن کا دوہرا اثر ہوتا ہے، مثال کے طور پر بعض دافع درد ادویات زیادہ مقدار میں جہاں درد میں کمی کرتی ہیں وہیں زندگی کا دورانیہ (بالعموم زیادہ مقدار میں دینے سے) کم کر دیتی ہیں۔(۱۶)

عالمی سطح پر موجودہ قانونی صورتحال

بیشتر ممالک میں، جن میں تقریباً تمام اسلامی ممالک شامل ہیں، قتل الرحمۃ کی اجازت نہیں ہے اور اسے کھلم کھلا قتل ہی تصور کی جاتا ہے۔انگلینڈ میں 1961ء کی خودکشی ایکٹ کے مطابق قتل الرحمۃ یا اس کے لیے معاونت فراہم کرنا قتل تصور کیا

جائے گا اور اس کے لیے 14 سال کی قید کی سزا دی جائے گی۔ (۱۷) تاہم دنیا میں ایسے ممالک بھی ہیں جو اس کی حمایت کر رہے ہیں، جیسا کہ 2001 میں نیدرلینڈ میں اسے قانونی قرار دیا گیا، اسی طرح سے 2002 میں بلجیم اور لکسمبرگ میں اسے قانونی قرار دیا گیا۔ یوتھنیزیا کو Mercy Killing کے نام سے سوئٹزرلینڈ، جرمنی، البانیا، کولمبیا اور جاپان میں قانونی قرار دیا گیا ہے۔

1997ء میں اوریگون امریکہ کی پہلی ریاست تھی جس نے Physicial Assisted Suicide (طبی ماہر کی معاونت سے خودکشی) کو جرم قرار نہیں دیا۔ بعدازاں واشنگٹن، ورمونٹ، ٹیکساس اور مونٹانا نے بھی اسی قانون کو اپنا لیا۔ (۱۸)

تمام اسلامی ممالک نے اس عمل پر پابندی عائد کر رکھی ہے، اسی طرح سے عیسائی دنیا کی مذہبی ریاست ویٹی کن سٹی نے اور یہودیوں کی مذہبی ریاست اسرائیل نے بھی اس پر پابندی عائد کر رکھی ہے تاہم اسرائیل میں منفعل قتل الرحمۃ (Passive Euthanasia) کی اجازت اسرائیلی قانون کے تحت دی گئی ہے نہ کہ یہودی قانون کے تحت (۱۹)۔ واضح رہے کہ یہودی قانون کے تحت یہ بھی جائز نہیں ہے۔

قتل الرحمۃ کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر

انسانی جان کی حرمت

تمام مذاہب اور سماجی فلسفی، سوائے چند ایک کے، جو کہ خالصتاً مادی ذہنیت رکھتے ہیں، سبھی انسانی جان کے تقدس کے قائل ہیں۔ اسلام کے مطابق انسان کی تخلیق بطور خلیفۃ اللہ کے ہوئی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے إِنِّی جَاعِلٌ فِی الْأَرْضِ خَلِیفَةً (۲۰) کہ "میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں"۔ اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے، لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِی أَحْسَنِ تَقْوِیمٍ (۲۱) "بے شک ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا ہے"۔ اس لیے ہمیں انسانوں کی زندگی اور موت کے بارے میں محتاط رہنا چاہیئے، اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا وَمَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا (۲۲)
>
> "جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی"۔
>
> وَلَا تَقْتُلُوٓا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا ۔ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیْهِ نَارًا وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرًا۔ (۲۳)
>
> "اور آپس میں کسی کو قتل نہ کرو بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔ اور جو شخص تعدّی اور ظلم سے یہ کام کرے گا تو ہم اسے آگ میں ڈالیں گے اور یہ اللہ پر آسان ہے"۔

قرآن نے اس معاملے میں یہودی قانون کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ لَا تَسْفِکُوْنَ دِمَاءَ

کُمْ (۲۴) ''اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں خونریزی نہ کرنا''۔اور اسی طرح کی تعلیمات یہودی اور عیسائی لٹریچر میں بھی ملتی ہیں۔جیسا کہ عہد نامہ قدیم میں ہے ''لعنت ہو ایسے شخص پر جو کسی بے گناہ کو قتل کرنے کے لیے رقم وصول کرے''۔(۲۵) اور دوسری جگہ ہے ''امون کے گناہوں میں سے ایک گناہ جس نے خدا کو غضبناک کر دیا وہ نوزائیدہ بچوں کو قتل کرنا تھا''(۲۶)۔اسی طرح سے عہد نامہ جدید میں کسی شخص کو قتل کرنا ایک شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے،''یسوع زندگی کو بچانے، لوٹانے اور تازگی بخشنے کے لیے آیا، جبکہ شیطان زندگی چرانے، مارنے اور تباہ کرنے کے لیے آتا ہے''(۲۷)۔

تکلیف کی وجہ سے خودکشی کرنا

قتل کی ایک بدترین قسم یہ ہے بندہ خود کو قتل کرلے (خودکشی کرلے)، اور نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کے بارے میں فرمایا جو کہ جنگ میں شدید زخمی ہوا تھا اور زخموں کی تکلیف کی وجہ سے خودکشی کر بیٹھا تھا، ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے موت کے معاملے میں اپنے اوپر جلدی کی اس لیے میں نے اس پر جنت کو حرام کردیا''۔(۲۸) اسی طرح سے نبی اکرمؐ نے خودکشی کرنے والے شخص پر جنازہ ادا نہیں کیا۔ أَنَّ رَجُلاً قَتَلَ نَفْسَهُ، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۲۹)۔

اسی طرح سے بائبل کی تعلیمات کے مطابق حکم ہے کہ: ''نہ حد سے زیادہ بدمعاش بنو، نہ ہی احمق: تم اپنے وقت سے پہلے کیوں مرتے ہو؟''(۳۰)

کسی انسان کو قتل کرنے کے بارے میں الٰہی قانون

اگر کوئی ڈاکٹر، وارث یا میڈیکل سپیشلسٹ کسی مریض کو قتل کرتا ہے، تو یہ قتل بھی بہرحال قتل ہی ہے اور اس کے بارے میں بھی حکمِ الٰہی قصاص لینے سے متعلق ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى .(۳۱)، ''اے ایمان والو تم پر مقتولین کا قصاص فرض کیا گیا ہے''۔یہ تو قتل سے متعلق دنیاوی سزا ہے اور آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہے: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا .(۳۲) ''اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرتا ہے اس کی جزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہو، اور اس کے لیے اللہ نے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔اور یہاں پر مریض کو قتل کرنا بلاشبہ جان بوجھ کر قتل کرنا ہی ہے اور وہ بھی بغیر کسی شرعی وجہ کے۔

حضور علیہ السلام کے فرمان کے مطابق قتل الرحمۃ تہذیب و ثقافت کی علامت نہیں ہے بلکہ لاعلمی اور جہالت کی علامت ہے جیسا کہ آپ علیہ السلام نے اسے حرج کا نام دیا، جب صحابہ کرام نے پوچھا کہ حرج سے کیا مراد ہے تو آپؐ نے فرمایا اس سے مراد قتل ہے۔(۳۳) آپ علیہ السلام نے کسی شخص کے قتل کو گناہِ کبیرہ قرار دیا ہے(۳۴)۔

طبیب کا عہدِ علاج، اور اس عہد کا تقدس

جب ایک طبیب کسی شخص کا علاج کرنا قبول کرتا ہے تو وہ گویا اس شخص سے یہ معاہدہ کرتا ہے کہ وہ اس کے علاج اور

تندرستی کے لیے پوری کاوش کرے گا، اور اس عہد کی موجودگی میں اس عہد کی خلاف ورزی کرنا ایک غیر اخلاقی اور غیر قانونی عمل ہے، اس صورت میں اگر مریض بے ہوش ہو جائے اور ڈاکٹر نام نہاد رحم دلی کے نام پر اسے قتل کر دے تو گویا اس نے اس عہد کی خلاف ورزی کی ہے اور عہد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی کو قتل کرنے کے بارے میں نبی علیہ السلام کا فرمان ہے: أنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا. (۳۵) ''یہ کہ نبیؐ نے فرمایا جس نے کسی معاہد کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا جبکہ اس کی خوشبو چالیس سال کے فاصلے سے آئے گی''۔ اور اگر کوئی قانون ساز ادارہ یا عدالت کسی کو بغیر کسی شرعی وجہ سے قتل کرنے کا فیصلہ دے یا قانون بنائے تو اس غلط قانون بنانے کی وجہ سے تمام قتل میں ان کا حصہ ہوگا کیونکہ وہ اس کا سبب بنے ہیں۔ جیسا کہ آپؐ کا فرمان ہے۔ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ (۳۶) ''جو شخص بھی ظلماً قتل کیا جاتا ہے تو اس جرم کے گناہ میں آدم کے پہلے بیٹے کا بھی حصہ ہوتا ہے کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے قتل کا رواج شروع کیا''۔

قتل الرحمۃ درحقیقت رحم دلی نہیں ہے بلکہ ایک ظالمانہ فعل ہے، صرف نام کی وجہ سے یہ عمل جائز نہیں ہو سکتا کیونکہ رحم دلی تو کسی شخص کی زندگی کو بچانے، اسے بہترین علاج فراہم کرنے، مریض کی حوصلہ افزائی کرنے کی انتہائی کاوش کا نام ہے، نہ کہ اسے زندگی سے مایوس کر کے اسے قتل کی بھینٹ چڑھانے کا نام ہے۔ محض نام کی وجہ سے یہ ظالمانہ فعل رحم دلی کہلانے کا حقدار نہیں ہو سکتا۔ شرعی قاعدہ ہے، الْعِبْرَةُ فِي الْعُقُودِ لِلْمَقَاصِدِ وَالْمَعَانِي لَا لِلْأَلْفَاظِ وَالْمَبَانِي (۳۷) ''کہ معاملات میں مقاصد اور معانی کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ الفاظ اور ساخت کا''۔ یہی حقیقی رحم دلی ہے جس کے بارے میں نبی علیہ السلام نے فرمایا ''اگر تم زمین والوں پر رحم کرو گے تو وہ عرش والا تم پر رحم کرے گا''۔ (۳۸)

اسلام فرد واحد کے مفاد پر معاشرتی مفاد کو ترجیح دیتا ہے اور وہ کسی مریض کا تکلیف کی وجہ سے خود کو قتل کرنے کا مطالبہ اس کی زندگی کے چیلنجز سے فرار کی علامت ہے اور محض خود کو تسکین پہنچانا مقصود ہو سکتا ہے، جبکہ اگر ڈاکٹر ایمانداری سے اس کے مرض کا علاج کریں تو ہو سکتا ہے ڈاکٹر زیادہ بہتر علاج دریافت کر لیں جس سے پورے معاشرہ کے افراد کا فائدہ ہو، اس طرح سے فرد واحد سے اسلام یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اجتماعی مفاد کے لیے اپنے مفاد کو قربان کرے تاکہ اس کے علاج کی کاوشیں کسی زیادہ مؤثر علاج کا پیش خیمہ بن سکیں۔ اسلام کا عمومی قاعدہ ہے کہ يُتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْخَاصُّ لِدَفْعِ ضَرَرٍ عَامٍّ (۳۹) کہ کسی خاص شخص کے ضرر کو عوام کے دفع ضرر کے لیے برداشت کیا جائے گا۔ اس طرح سے عین ممکن ہے کہ چند افراد کا تکلیف کو برداشت کرنا پوری انسانیت کو اس تکلیف سے نجات دلانے کا موجب بن جائے اور اس طرح سے ان کی یہ تکلیف دنیا اور آخرت میں ان کے لیے اجر کا باعث بن جائے۔ خود اس شخص کی آنے والی نسلیں بھی اس جدید علاج سے مستفید ہو سکتی ہیں اور باقی انسانیت بھی اس سے مستفید ہو سکتی ہے۔ اگر یوتھنیز یا اپنا لیا جائے تو یہ عمل میڈیکل سائنس کی ترقی میں ایک

بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہوگا اور میڈیکل سائنس میں بیماریوں کے علاج کی نئی جہتیں دریافت ہونا بند ہو جائیں گی اس لیے میڈکل سائنس کو بند گلی میں دھکیلنے سے بہتر ہے کہ چند افراد عارضی دنیاوی تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیں۔

علاج کو اختیار کرنے کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر

قتل الرحمۃ کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مریض علاج کروانے سے ہی انکار کر دے، اور ایسا بعض اوقات توکل علی اللہ کے نام پر بھی کیا جاتا ہے، اس صورت میں علاج کرانے کی شرعی حیثیت کا تعین کرنا بھی ضروری ہے۔ نبی علیہ السلام کا مرض کے علاج کے بارے میں فرمان ہے، ''تَدَاوَوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ دَوَاءً غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ الْهَرَمُ (۴۰)'' علاج کرایا کرو کیونکہ اللہ نے کوئی ایسی بیماری پیدا نہیں کی کہ جس کا علاج نہ ہو، سوائے بڑھاپے کے''۔ اس وجہ سے فقہائے اسلام کے ہاں یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے کہ علاج کرانا توکل کے خلاف نہیں ہے بلکہ اسے ترجیحاً قبول کرنا چاہیے۔ حضورﷺ نے توکل کا صحیح مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْقِلُهَا وَأَتَوَكَّلُ أَوْ أُطْلِقُهَا وَأَتَوَكَّلُ قَالَ اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ ۔(۴۱)'' کہ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ کیا میں اونٹ کو باندھ کر توکل کروں یا اسے کھلا چھوڑ دوں؟ تو آپ نے فرمایا اس کا گھٹنا باندھو پھر توکل کرو''۔

علاج کی حیثیت مرض کی نوعیت کے اعتبار سے اور علاج کے طریقوں کے اعتبار سے تبدیل ہوتی رہتی ہے، بعض اوقات علاج فرض ہوتا ہے اور بعض اوقات مستحب، مکروہ یا حرام بھی ہو سکتا ہے۔ یہی نقطہ نظر امام ابن تیمیہؒ کا ہے، ان کے نزدیک علاج کرانا زندگی بچانے کے لیے حرام کھانے کی طرح سے نہیں ہے (۴۲)، وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کے نزدیک طبی علاج فرض نہیں ہے (۴۳)۔ مذکورہ بالا صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم امراض کو دو اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱۔ ایسا مرض جو کہ موت یا کسی عضو کے نقصان کا باعث بن سکتا ہو۔

۲۔ ایسا مرض جو مہلک نہ ہو اور نہ ہی کسی عضو کے نقصان کا باعث بننے والا ہو۔

اسی طرح سے علاج کے طریقے بھی مندرجہ ذیل اقسام میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔

۱۔ ایسا علاج جس میں فائدہ کا یقین ہو۔

۲۔ ایسا علاج جس میں فائدہ ہونے کا گمانِ غالب ہو۔

۳۔ ایسا علاج جس میں افاقہ ہونے کا امکان ہو۔

اگر یقین ہو کہ علاج مریض کو فائدہ پہنچائے گا اور اگر علاج نہ کرایا جائے تو اس کی زندگی خطرے میں ہوگی یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو سکتا ہے، تو اس صورت میں علاج ضروری ہے اور کوئی شخص ایسے علاج سے انکار نہیں کر سکتا اگر وہ انکار کرے تو اسے علاج پر مجبور کیا جائے گا، اور ڈاکٹر کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ علاج کرے خواہ مریض تیار ہو یا نہ ہو۔ اگر ایسی صورت میں مریض علاج نہیں کراتا تو گناہِ کبیرہ کا مرتکب متصور ہوگا اور یہ فیصلہ تمام فقہاء کے ہاں متفق علیہ ہے۔(۴۴)

اسی طرح سے اگر مریض کسی متعدی مرض کا شکار ہو جس کا علاج بھی دستیاب ہے، یا پھر مرض تو متعدی نہیں ہے لیکن اس کا علاج یقینی ہے تو بھی علاج کرانا فرض ہے۔ اس صورت میں بھی مریض یا اس کے ورثاء علاج سے انکار نہیں کر سکتے کیونکہ علاج کا ترک کرنا نہ صرف مریض کے لیے خطرناک ہے بلکہ دوسروں کے لیے بھی خطرناک ہے بوجہ متعدد یت کے۔ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے لا ضـــرر ولا ضـــرار (۴۵) ''کہ نہ تو نقصان دیا جائے اور نہ ہی نقصان برداشت کیا جائے'۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلاَ تُلْقُواْ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (۴۶) ''اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو'۔ اور خطرناک امراض میں علاج نہ کرانا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ مندرجہ بالا اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب تک علاج میں فائدے کا امکان غالب ہو اس وقت تک علاج کرانا ضروری ہے اس طرح سے علاج ترک کر کے منفعل قتل الرحمۃ (Euthanasiapassive) کی اسلامی شریعت میں اجازت نہیں دی جا سکتی۔

طبیب کے اختیارات کی حد بندی

طبیب کا فرض مریض کا علاج کرنا ہے اگر طبیب بطور قاتل کام کرتا ہے تو گویا وہ اپنے فرائض کے مخالف کام کرتا ہے، اطباء کو اپنے فرائض سے تجاوز کرنے کی کسی صورت میں اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اگر اطباء ایسا کرنا شروع کر دیں تو لوگوں کا اعتماد ان پر سے اٹھ جائے گا اور مسلمان فقہاء ایسے طبیب کے بارے میں کہ جو مریض کو مہلک دوا دے، جاہل طبیب (اتائی ڈاکٹر) کا حکم لگاتے ہیں (۴۷)۔ حنفی فقہاء کہتے ہیں کہ ایسے اطباء کو لوگوں کا علاج کرنے سے روک دیا جائے (۴۸)۔ تاہم فقہاء اس کی اجازت دیتے ہیں کہ اگر مریض ہوش میں ہو اور اجازت دے تو ڈاکٹر اس کے علاج سے دستبردار ہو سکتا ہے اور اس صورت میں ڈاکٹر کو اس کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ گذشتہ علاج کی مدت کی اجرت وصول کر لے۔ (۴۹) اس صورت میں گناہ ثواب کا مرتکب مریض خود ہوگا۔

فقہاء کی رائے یہ بھی ہے کہ اگر ایک مریض مرنے کے قریب ہے اور توقع ہے کہ علاج سے اسے بچایا جا سکتا ہے، تو ڈاکٹر کو اجازت ہے کہ وہ ایسے مریض کا علاج بغیر مریض کی اجازت کے کر سکتا ہے، اور اگر ایسی صورت میں ڈاکٹر علاج نہیں کرتا تو وہ گنہگار ہوگا بوجہ اس کے کہ اس نے اپنے فریضہ کو صحیح طرح سے ادا نہیں کیا، اور ایسے طبیب کو سزا دینے سے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے۔ (۵۰) البتہ اگر مریض موت کے منہ میں نہیں اور اس اپنے حوش وحواس میں ہے تو ڈاکٹر کو علاج کرنے کے لیے مریض کی اجازت کی ضرورت ہے۔ (۵۱) فقہاء کے درمیان یہ بھی اجماعی مسئلہ ہے کہ جنایات میں قصاص کے وجوب کے لیے عدوان شرط ہے ... اور طبیب کے فعل سے غرض مریض کی شفاء ہے نہ کہ اس پر زیادتی ہے۔ (۵۲) یہی بات دوسری طرف بھی درست ہو سکتی ہے کہ اگر قتل الرحمۃ کے نام سے طبیب قتلِ مریض کا مرتکب ہوتا ہے تو یہ کھلم کھلا اعتداء ہے، یہاں علاج کی غرض ہی ختم ہو چکی ہے اس لیے طبیب کے لیے سزا ضروری ہے۔

ایسے شخص کو قتل کرنا جو کہ موت کے قریب ہو

قتل الرحمۃ کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ طبیب اپنے گمان میں یہ سمجھے کہ مریض سقراط کے عالم میں مذبوح کی مانند حرکات کر رہا ہے اور اسے اس تکلیف سے بچانے کے لیے مار دیا جائے کہ اس کی موت پہلے ہی متحقق ہو چکی ہے، اس کے بارے میں فقہاء کی آراء کا خلاصہ یہ ہے؛

اگر ایک شخص دوسرے پر حملہ کرتا ہے، جس سے وہ موت کے بالکل قریب ہے، اور بے ہوشی کی حالت میں ذبح شدہ فرد کی سی حرکات کر رہا ہے، اس کی بینائی اور بولنے کی قوت ختم ہو چکی ہے، اس حالت میں ایک دوسرا شخص آتا ہے اور اس ذبح شدہ شخص پر حملہ کر دیتا ہے، اس صورت میں اصل قاتل پہلا شخص ہے نہ کہ دوسرا۔لیکن اگر دوسرا اس پر مذبوح کی حرکات تک پہنچنے سے پہلے حملہ آور ہوتا ہے تو دوسرا شخص قاتل متصور ہوگا اور پہلے شخص پر عضو کے ضیاع یا قتل کی دیت عائد کی جائے گی۔اگر پہلا شخص کسی شخص کو ایسا زخم لگاتا ہے جس کے نتیجے میں بالآخر وہ مر جائے گا، تاہم وہ موت کے کنارے پر نہیں پہنچا، اس کی قوتِ حیات ابھی باقی ہے جس کی وجہ سے وہ بچایا جاسکتا ہے اور دوسرا شخص آتا ہے اور اس کی گردن کاٹ دیتا ہے اس صورت میں دوسرا شخص قاتل متصور ہوگا (۵۳) اگر مجنی علیہ کسی بیماری کی وجہ سے موت کے کنارے پر تھا، نہ کہ قتل کی وجہ سے، اور اس پر نزع طاری تھی، تو اس کی حالت بھی مذبوح کی طرح متصور ہوگی، یا مریض قتل کیا جائے اس حالت میں کہ اس کے صحتیاب ہونے کی کوئی امید نہ ہو، اس صورت میں قاتل سے قصاص لازم ہوگا کیونکہ یہ معاملہ مکمل طور پر مایوسی والا نہیں ہو سکتا اور ہمیشہ بہت کم امید ٹھیک ہونے کی باقی ہوتی ہے۔البتہ اگر مریض طبی طور پر پہلے ہی مردہ قرار دیا جا چکا ہو تو پھر قاتل کا قاتلانہ حملہ کالعدم قرار پاتا ہے۔(۵۴)

فقہاء کرام کی یہ عبارتیں ظاہر کرتی ہیں کہ کسی بھی صورت میں ڈاکٹر یا کوئی دوسرا شخص کسی شخص کو قتل نہیں کر سکتے اور اگر وہ شخص قاتل کے عمل سے مر گیا، خواہ اس نے اسے رحمدلی کی وجہ سے قتل کیا ہو، تو وہ شخص قاتل ہی متصور ہوگا۔کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ ہے **اَلْيَقِيْنُ لَا يَزُوْلُ بِالشَّكِّ** (۵۵) ''کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا'' اور یہ بھی قاعدہ ہے **لَا عِبْرَةَ لِلتَّوَهُّمِ** (۵۶) کہ وہم کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

مرض یا موت کی تکلیف سے نجات فراہم کرنا ایک مشکوک امر ہے کیونکہ زندگی صرف دنیاوی زندگی ہی نہیں ہے بلکہ مرنے کے بعد بھی ایک زندگی موجود ہے، خودکشی کرنا آخرت کے عذاب اور تکلیف کا موجب ہوتی ہے جیسا مخبر صادق ﷺ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے میدانِ جنگ میں زخمی ہونے کی وجہ سے خودکشی کر لی تھی کہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ''میرے بندے نے مجھ پر اپنی موت کے معاملے میں جلدی کی، اس لیے میں نے اس کے لیے جنت کو حرام کر دیا ہے۔

أن النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ بِرَجُلٍ جِرَاحٌ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ اللَّهُ بَدَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ(۵۷)

یوتھنیز یا (قتل الرحمۃ) کے بارے میں عدالت کا فیصلہ

عدالت کا قیام اس لیے ہوتا ہے کہ لوگوں کے حقوق کا تحفظ کیا جا سکے، اگر عدالت یوتھنیز یا کے بارے میں فیصلے دینا شروع کر دیں تو یہ حقوق کی کھلم کھلا پامالی ہوگی جس کے باعث لوگوں کا اعتماد عدالتوں سے اٹھ جائے گا اور معاشرہ میں جنگل کا قانون نافذ ہو جائے گا کہ جس میں طاقتور کو تو ہر قسم کے حقوق حاصل ہوں گے لیکن کمزور کا کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا۔اس لیے عدالتوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کا ادراک کریں اور لوگوں کے حقوق (بشمول حقِ زندگی) کا تحفظ کریں اور قتلِ رحمۃ کے نام پر بے رحمانہ فیصلے نہ جاری کریں۔اسی لیے حضور علیہ السلام نے فاطمہ مخزومیہؓ کے مقدمہ میں فرمایا تھا جبکہ انہوں نے چوری کا ارتکاب کیا تھا ''اے لوگو! تم سے پہلے آنے والی امتیں اسی لیے تباہ و برباد کر دی گئیں کہ جب ان کے شرفاء میں سے کوئی چوری کرتا تھا تو وہ اسے چھوڑ دیتے، لیکن جب کوئی کمزور شخص چوری کرتا تو وہ اسے سزا دیتے تھے، اللہ کی قسم اگر فاطمہؓ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا'' (۵۸)۔

سماجی اداروں کا کردار

آج کی مہذب سوسائٹیز میں، سماجی ادارے بھی یوتھنیز یا (قتل الرحمۃ) کے حق میں پروپیگنڈہ کر رہے ہیں، ان کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص موت کے قریب ہے وہ معاشرے اور اپنے خاندان کے لیے فائدہ مند نہیں ہے اس لیے ضروری ہے کہ معاشرہ کی جان ایسے بے فائدہ شخص سے چھڑا دی جائے جو کہ معاشرہ کو یا اپنے ورثاء کو کسی قسم کا مادی فائدہ پہنچانے کا اہل نہیں رہا۔ایسے سماجی ادارے مادی سوچ کے ساتھ کام کرتے ہیں اور انسانی اور اخلاقی اقدار کو بھی مادیت کے ترازو میں تولنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس طرح سے معاشرہ کو اسی جاہلیتِ اولیٰ کی گود میں دھکیلنا چاہتے ہیں جہاں انسانوں کی قدر نہیں تھی محض مادی مفادات کی قدر تھی، جیسا کہ اسلام سے قبل صورتحال تھی۔اس طرح کے معاشرتی ادارے وحی اور مذہب کی تعلیمات سے الگ ہو کر پوری میں فتنہ و فساد برپا کرنے کا موجب بنیں گے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ (11) أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِنْ لَا يَشْعُرُونَ.** (۵۹) ''اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک ہم تو اصلاح کرنے والوں میں سے ہیں، خبردار یہی فسادی ہیں لیکن شعور نہیں رکھتے''۔

اس فسادی ذہنیت کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ ان لوگوں نے اپنی ایک ویب سائٹ بنا رکھی ہے جس کا نام چرچ آف یوتھنیز یا رکھا ہے جس کا ایڈریس (http://www.church ofeuthanasia.org/) ہے۔اس کا مقصد انسانی آبادی کو کم کرنا ہے جس کے لیے چار قسم کے ذرائع اپنائے جاتے ہیں، (1) خودکشی کرنا (2) اسقاطِ حمل (3) cannibalis m یعنی انسانوں کو ذبح کرنا (4) سدومیت۔یہ ویب سائٹ لوگوں کو اپنے آپ کو قتل کر کے زمین کو بچانے کا پرفریب نعرہ دے کر خودکشی پر آمادہ کرتی ہے۔اس مقصد آبادی کو کم کرنا ہے تا کہ وسائل آبادی کے مقابلے میں وافر ہوں۔جبکہ اس بارے میں

قرآن کریم کا فرمان ہے: وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا. (۶۰) ''اور اپنی اولاد کو تنگدستی کے خوف سے قتل نہ کریں، ہم انہیں رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی، بے شک ان کا قتل کرنا ایک بڑی خطا ہے''۔

انسانی جان کے تقدس ہی کی وجہ سے حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے بارہا اپنے بچوں کو قتل نہ کرنے پر بیعت لی(۶۱)، اور بارہا اس بات پر بیعت لی کہ وہ ایک دوسرے کو قتل نہ کریں گے(۶۲)۔ان نصوص کی موجودگی میں غیر اختیاری قتل الرحمۃ (Involuntary Euthanasia) بالخصوص اپنی ہی اولاد کو رحم دلی کے نام پر قتل کرنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں منعقد ہونے والے ایک سروے کے مطابق کل 10000 میں سے تقریباً 16 فیصد فزیشنز نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے خاندان کی فرمائش پر زندگی بچانے والا علاج بند کر دیا جبکہ ان کے خیال میں طبی اعتبار سے یہ قبل از وقت تھا۔ واضح رہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں 45 فیصد فزیشن قتل الرحمۃ کے بنام physician assisted suicide کے قائل ہیں(۶۳)۔یعنی قائلین میں سے بھی ایک بڑی تعداد اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ انہوں نے قبل از وقت زندگی بچانے والی تھراپی کو بند کر دیا تھا جو کہ ایک خطرناک صورتحال ہے۔ترکی میں قتل الرحمۃ کی اجازت نہیں ہے لیکن ترکی کے ماہرین علاج سرطان میں سے 43.8٪ نے قتل الرحمۃ پر کوئی اعتراض نہیں کیا، ان ماہرین سرطان میں سے بھی 33.7٪ سے یوتھنیزیا کی درخواست کی گئی جن میں سے 41.5٪ نے خاموشی سے یوتھنیزیا پر عمل کر دیا، جبکہ 50.6٪ نے علاج سے علیحدگی اختیار کر لی(۶۴)۔ انسانی زندگی کا خیال کرتے ہوئے اتنی بڑی تعداد میں مریضوں کا قتل ایک خوفناک صورتحال ہے خصوصاً ایسے ملک میں جو اسلامی بھی ہے اور وہاں پر قتل الرحمۃ غیر قانونی بھی ہے۔ اگر اسے قانونی قرار دے دیا جائے تو نہ جانے یہ کیا قیامت ڈھائے گا۔

تکلیف اور مشقت کے برداشت کرنے پر اجر

تمام مذاہب اس چیز کی تبلیغ کرتے ہیں کہ ناقابلِ علاج امراض کی صورت میں تکلیف برداشت کرنے پر مریض کو نئی روحانی قوت حاصل ہوتی ہے اور اس طرح سے آخرت میں اس کے درجات بلند ہوتے ہیں۔مریض کو مذہبی نقطہ نظر سے ترغیب اور اجر و ثواب پر مبنی احادیث اور قرآنی آیات سنانے سے اسے مشقت اور تکلیف کو برداشت کرنے پر آمادہ کیا جا سکتا ہے جس سے اس کے اندر ایسی روحانی قوت پیدا ہوتی ہے جس سے بیماری کا مقابلہ کرنا سہل ہو جاتا ہے۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے: »مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ، مِنْ نَصَبٍ وَلاَ وَصَبٍ، وَلاَ هَمٍّ وَلاَ حُزْنٍ وَلاَ أَذًى وَلاَ غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ« (۶۵) ''کسی مسلمان کو نہ تھکاوٹ یا بیماری آتی ہے، نہ ہی کوئی غم و اندوہ آتا ہے، نہ کوئی تکلیف اور غم آتا ہے، یہاں تک کہ ایک کانٹا بھی چبھتا ہے لیکن اللہ اس کی خطاؤں کو معاف فرما دیتا ہے''۔اسی طرح آپؐ نے فرمایا: »مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى إِلَّا حَاتَّ اللَّهُ عَنْهُ خَطَايَاهُ، كَمَا تَحَاتُّ وَرَقُ

الشَّجَرِ «(۶۶) ”کسی بھی مسلمان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی لیکن اللہ اس کے گناہ ایسے جھاڑتا ہے جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں“۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: »مَا مِنْ مُصِيبَةٍ تُصِيبُ الْمُسْلِمَ إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا عَنْهُ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا «(۶۷) ”مسلمان کو کوئی مصیبت نہیں پہنچی لیکن اللہ اسے اس کے لیے کفارہ بنا دیتا ہے، خواہ ایک کانٹا ہی کیوں نہ چبھے“۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: »قَارِبُوا، وَسَدِّدُوا، فَفِي كُلِّ مَا يُصَابُ بِهِ الْمُسْلِمُ كَفَّارَةٌ، حَتَّى النَّكْبَةِ يُنْكَبُهَا، أَوِ الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا«(۶۸) ”قریب ہو جاؤ اور جو بھی مصیبت پیش آئے اس میں مضبوطی سے کھڑے ہو جاؤ، کہ ہر تکلیف جو کسی مسلمان کو پیش آتی ہے وہ کفارہ بنتی ہے، یہاں تک کہ راستے میں ٹھوکر لگنا یا کانٹے کا چبھنا بھی“۔ اسی طرح آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے: »لَا تَسُبِّي الْحُمَّى، فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ، كَمَا يُذْهِبُ الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ«(۶۹) ”بخار کو گالی نہ دو، کیونکہ یہ بنی آدم کی خطاؤں کو ایسے ختم کر دیتا ہے، جیسا کہ بھٹی لوہے کی میل کو ختم کر دیتی ہے“۔ اس عنوان کی اور بھی متعدد احادیث (۷۰)۔(۷۱) موجود ہیں۔

DNR-Do Not Resuscitate آرڈر کی قانونی حیثیت

یہ مریض کی فائل میں مریض کی طرف سے ایک آرڈر ہوتا ہے جس میں ڈاکٹر کے لیے ہدایت ہوتی ہے کہ اگر مریض کا دل کام چھوڑ دے تو اسے مصنوعی طریقے سے چالو کرنے کی کوشش نہ کی جائے، کیونکہ سینے پر دباؤ ڈال کر یا بجلی کے جھٹکے لگا کر دل کو دوبارہ چالو کرنے کی کوشش کافی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے بعض اوقات پسلیاں ٹوٹ جاتی ہیں، تلی پھٹ جاتی ہے یا دماغ کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اسلامی شریعت کا مزاج یہ ہے کہ مریض DNR - Do Not Resuscitate کا آرڈر نہیں کر سکتا بلکہ ایسے تمام اقدامات کو طبی ماہرین کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے جو کہ اس نازک موقع پر اس کا مریض کی بہتری میں فیصلہ کریں کہ کیا کرنا ہے۔ البتہ طبی ماہرین کو مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھتے ہوئے اس کا فیصلہ کرنا چاہیے۔

DNR - Do Not Resuscitate کا فیصلہ اس کے تمام مثبت و منفی پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے کرنا چاہیے۔ مریض کی حالت، مریض کی جسمانی ساخت کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے، اس بات کا خیال رہے کہ کم سے نقصان سے زیادہ سے زیادہ مریض کو فائدہ ہو، ایسا نہ ہو کہ فائدے کی بجائے نقصان اس سے بڑھ جائے، کیونکہ اسلامی قاعدہ ہے، الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف؛ ”کہ زیادہ شدید ضرر ہلکے ضرر سے دور کیا جا سکتا ہے“۔ اور دوسرا قاعدہ ہے کہ الْيَقِينُ لَا يَزُولُ بِالشَّكِّ (۷۲) کہ یقین شک سے زائل نہیں ہو سکتا۔ جو امر یقینی ہے ڈاکٹر کو اس پر عمل کرنا چاہیے شکوک میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔

جان بوجھ کر مریض کو تکلیف دینا یا اس کی ہڈی توڑنا، یا اسے بجلی کے جھٹکے لگانا جس کا اس کے فائدے کا امکان بہت کم ہو، جائز نہیں، البتہ فائدے کا امکان زیادہ ہو تو جائز ہے اگرچہ ڈاکٹر کا فیصلہ غلط بھی ثابت ہو سکتا ہے لیکن اگر اس نے دیانتاً فیصلہ کیا ہے تو صحیح ہے۔ کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: »كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا«(۷۳)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میت کی ہڈی کا توڑنا ایسا ہے جیسا کہ زندہ کی ہڈی توڑنا۔

کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو زندگی بچانے کے حق سے محروم نہیں کرسکتا، خواہ وہ بے ہوش ہو یا اس کا دماغ بہت زیادہ متاثر ہو چکا ہو، کیونکہ زندگی اللہ کی امانت ہے۔ اسلامی قانون کے مطابق کسی بچے کے وارث کا فیصلہ بھی اگر بچے کی زندگی کے حق کے تحفظ کے خلاف ہے تو وہ بھی کالعدم قرار دیا جائے گا، اس طرح سے بچوں یا بڑوں کے یوتھنیزیا کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔

ادویات میں دورخی اثرات کا اصول: The doctrine of double effect

میڈیکل سائنس میں یہ اصول بہت زیادہ استعمال ہو رہا ہے۔ اس اصول کے مطابق اگر آپ کوئی علاج کرتے ہیں جو کہ اخلاقاً صحیح ہے لیکن اس کے کچھ مضمرات بھی ہیں تو اخلاقی طور پر اسے قبول کرلیا جائے گا کیونکہ نیت بہتری کی گئی تھی سائیڈ ایفیکٹس کی نیت نہیں کی گئی تھی۔(۷۴) ہم جانتے ہیں کہ ہر دوائی کے کچھ فوائد ہوتے ہیں تو ساتھ ہی کچھ مضمرات بھی ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض اوقات ہمارے روزمرہ کی خوراک بھی مضر اثرات یا الرجیز کا موجب بن جاتی ہے۔ بعض اوقات ڈاکٹر مریض کے لیے ایسا علاج تجویز کرتے ہیں جس سے وہ درد یا تکلیف سے تو نجات حاصل کرلیتا ہے لیکن دوسری طرف یہ علاج خفیہ طور پر مریض کو نقصان بھی پہنچا رہا ہوتا ہے جس سے بعض اوقات اطباء کی رائے میں مریض کی زندگی کم ہو جاتی ہے۔ بہت سے ڈاکٹر دورخی اثر کے اس اصول کا غلط استعمال کرتے ہیں اور ایسی مہلک درد کش ادویات (جیسا کہ مارفین وغیرہ کی بھاری خوارکیں) دیتے ہیں جس سے وقتی طور پر تو درد کو افاقہ ہو جاتا ہے لیکن مآلِ کار مریض راہی ملکِ عدم ہو جاتا ہے۔(۷۵)

اسلامی اصولوں کے مطابق اس طرح کے اصول کا جانتے بوجھتے استعمال کر کے اپنے جرم کو ہلکا کرنے کی کوشش کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اگر اس سے بہتر آرام پہنچانے کا کوئی ذریعہ موجود ہو جس کے کم از کم مضر اثرات ہوں تو اسے استعمال کرنا چاہئے، کم مضمرات والی ادویات کے ہوتے ہوئے زیادہ مضمرات والی ادویات کا دینا گویا مریض کو جان بوجھ کر قتل کرنے کے مترادف ہے، گویا خفیہ طور پر یہ بھی یوتھنیزیا کی ہی ایک قسم ہے جس میں علاج اور مریض کو آرام پہنچانے کی آڑ لے کر سست موت (Passive Euthanasia) مریض پر مسلط کردی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں شرعی اصول یختار اہون الشرین کو مدنظر رکھیں، اور آپ علیہ السلام کے فرمان انما الاعمال بالنیات (۷۶) کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ واضح رہے کہ نیت کا معاملہ دل سے متعلق ہے اور دیانتاً طبیب کو صحیح نیت کے ساتھ صحیح دوائی دینی چاہئے۔ اگر ڈاکٹر کے دل میں کوئی کھٹکا پیدا ہو تو اس کا مطلب ہے ڈاکٹر کوئی غلط کام کرنے جا رہا ہے۔

دافع درد ادویات کی مقدارِ خوراک طبی اعتبار سے مقرر کردہ مقدار سے ہرگز نہ بڑھنے پائے کیونکہ درد کش ادویات کی بھاری مقدار بھی مریض کے خفیہ قتل کا موجب بن سکتی ہے۔ ڈاکٹر کو ادویات کے دونوں قسم کے اثرات کو مدِنظر رکھنا چاہے اور اس کا کردار زندگی بچانے والے کا ہو نہ کہ زندگی لینے والے کا۔

کسی شخص کو اس کی اجازت سے قتل کرنے کی شرعی حیثیت

امام سرخسیؒ کے مطابق اگر ایک آدمی یہ کہے کہ مجھے قتل کردو، اور اس نے اسے قتل کردیا تو ظاہر الروایۃ کے مطابق یہ خودکشی قرار پائے گی (۷۷)... اور امام حسنؒ، امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ اس پر دیت عائد کی جائے گی (۷۸)... وہ کہتے ہیں کہ اس کی اجازت قابلِ قبول نہ تھی اور اس کی کوئی شرعی حیثیت نہ تھی۔(۷۹)۔امام ابو یوسفؒ کی روایت کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ اسے دیت نہیں دینی پڑے گی کیونکہ ابتداء میں اجازت قتل کے بعد معافی کا معاملہ بن جائے گا۔(۸۰)معروف فقیہ ابوبکر علاؤالدین ثمر قندیؒ کے بقول، اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھے قتل کردو، اور اس نے اسے جان بوجھ کر یا غلطی سے قتل کردیا تو اسے ظاہر الروایۃ کے مطابق دیت ادا کرنا ہوگی (۸۱)۔امام زفرؒ کے بقول اس پر قصاص عائد کیا جائے گا(۸۲)اس کی قتل کرنے کی اجازت وارثوں کے حق کو ختم نہیں کرسکتی اس لیے اسے دیت ادا کرنا پڑے گی(۸۳)۔اسی طرح کا قول البابرتیؒ کا بھی، ان کا ایک قول ہے قصاص لیا جائے گا اور دوسرا قول ہے کہ دیت کی رقم دلائی جائے گی(۸۴)۔لسان الدینؒ الحلبی کے مطابق، ایسے شخص سے قصاص نہیں لیا جائے گا لیکن دیت لی جائے گی۔(۸۵)۔ابو محمد غانمؒ الحنفی دیت پر جمہور کا قول نقل کرتے ہیں۔علامہ ابن رشدؒ کے نزدیک ایک آدمی اگر دوسرے سے کہے کہ مجھے قتل کردو اور وہ اسے قتل کردے، تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا کیونکہ مقتول نے ایسی چیز کی معافی دی ہے جس پر اس کا اختیار ہی نہیں تھا اور یہ معاف کرنے کا اختیار اس کے وارثوں کے پاس تھا(۸۶)۔تاہم محمدؒ یوسف بن ابی القاسم العبدری ایسے شخص پر 100 کوڑوں کی سزا اور ایک سال کی قید تجویز دیتے ہیں(۸۷)۔علامہ الماوردیؒ کہتے ہیں کہ اگر کسی نے اپنے وارث سے کہا کہ مجھے قتل کردو اور اس نے اسے قتل کردیا تو اسے وراثت میں سے حصہ نہ دیا جائے گا(۸۸)۔ان اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اجازت کے ساتھ قتل الرحمۃ کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے متفق علیہ قول کے مطابق دیت ادا کرنا ہوگی اور بعض کے نزدیک قصاص واجب ہوگا۔لیکن دیت کا قول زیادہ راجح ہے اور اس سے کم کوئی سزا کسی نے تجویز نہیں کی، البتہ وارث وراثت سے محروم کیا جائے گا۔

اجتماعی اجتہاد کے اداروں کے فیصلہ جات

المیثاق الإسلامی العالمی للأخلاقیات الطبیۃ والصحیۃ کا فیصلہ

اس مؤقر ادارہ نے یوتھینیزیا (قتل الرحمۃ) کے بارے میں جو قرارداد پاس کی اس کے مطابق انسانی جان کو اسلامی شریعت کے مقرر کردہ اصول وضوابط کے علاوہ ختم کرنے کی اجازت نہیں، اور یہ تمام امور طبی ماہرین کے دائرہ اختیار میں نہیں آتے، اس ادارے نے سیکشن 62 کے تحت قتل الرحمۃ میں طبی ماہرین کی معانت سے خودکشی، پیدائشی نقص والے شیر بچوں کا قتل اور اپنی خواہش اور وصیت سے زندگی ختم کرنے کی خواہش رکھنے والوں کے قتل کو شامل کیا ہے اور اس کی قطعاً اجازت نہیں دی۔البتہ سیکشن 63 کے مطابق اطباء کی کمیٹی کے اس فیصلے کے بعد آلاتِ تنفس کو ہٹانا کہ اس کا مریض کو کوئی

فائدہ نہیں، جب علاج کا فائدہ نہ ہو تو علاج کا ترک کرنا، مریض کو تکلیف سے نجات دلانے کے لیے ایسا علاج فراہم کرنا جس سے اس کی زندگی مختصر ہوتی ہو، امور کو قتل الرحمۃ میں شامل نہیں کیا اور ان صورتوں کو قتل قرار نہیں دیا۔(۸۹)-(۹۰)

مجلس الاوربی للافتاء والبحوث کا فیصلہ

قتل الرحمۃ خواہ وہ براہِ راست ہو یا بالواسطہ ہو، فاعل ہو یا منفعل، خودکشی کرنا ہو یا مریض کی خودکشی میں مدد کرنا ہے، سب کی اسلامی نقطۂ نظر سے اجازت نہیں ہے ... مریض کو متعدی مرض لاحق ہو یا غیر متعدی، مریض کی صحت یابی کی امید ہو یا نہ ہو، کسی بھی صورت میں اسے رحم دلی کے نام پر قتل نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح سے مریض کا خود کو قتل کرنا یا کسی اور کا اسے اس کی اجازت سے قتل کرنا بھی قتل ہی ہے اور قابلِ تعزیر جرم ہے ... تاہم جو مریض طبی طور پر مردہ قرار دیا گیا ہو، یا مکمل طور پر بے ہوش ہو، اور اس کی حواس کی طرف واپسی کی کوئی امید نہ ہو اور اس کی زندگی کا انحصار مصنوعی آلاتِ تنفس (اجھزۃ الانعاش) پر ہو تو اس طرح کی صورتحال میں طبی ماہرین کو اجازت ہے کہ وہ آلاتِ تنفس کو ہٹا لیں اور یہ عمل قتل متصور نہیں ہوگا، البتہ اس عمل کو ترکِ علاج کہا جائے گا(۹۱)۔ اس کے مطابق طبی آلات کو ہٹانا قتل کرنے کا عمل نہیں ہے، کیونکہ ڈاکٹر مستعداً اس میں ملوث نہیں ہے اور اس طرح کے مریض کے لیے علاج جاری رکھنا ضروری نہیں ہے۔ اس عمل کو قتل الرحمۃ کی بجائے موت میں سہولت مہیا کرنے کا نام دیا جائے۔ ایک طبی ماہر کے لیے اس بات کی اجازت ہے کہ وہ مریض اور اس کے خاندان کو راحت پہنچائے۔(۹۲)

المنظمۃ الاسلامیہ للعلوم الطبیہ، کویت کا فیصلہ

اس ادارے نے بھی قتل الرحمۃ کی اجازت نہیں دی البتہ اس ادارے نے دماغی موت کے بارے میں فیصلہ دیا ہے۔ دماغی موت کی صورت میں آلاتِ انعاش کو اس شرط کے ساتھ ہٹایا جا سکتا ہے کہ اگر ماہر اطباء کی ایک کمیٹی برین سٹم کی موت کی تصدیق کر دے اور یہ کہہ دے کے زندگی کی واپسی کا کوئی امکان نہیں ہے(۹۳).(۹۴)۔ اس طرح کے معاملات میں مریض پہلے سے ہی مردہ ہوتا ہے۔ یہی فیصلہ بعد ازاں مجلس الاوربی للافتاء والبحوث نے بھی دیا تھا۔(۹۵)

اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کا فیصلہ

اسلامی شریعت انسانی جان کے تقدس پر بہت زور دیتی ہے اور اس لیے آدمی کا اپنا اور دوسروں کا فرض ہے کہ وہ زندگی کا تحفظ کریں۔ اس لیے کوئی بھی ایسا عمل جو جان بوجھ کر کیا جائے اور موت کا باعث بنے، تاکہ مریض اور اس کے ورثاء کو نجات فراہم کی جائے، حرام ہے اور کھلم کھلا قتل کا معاملہ ہے۔

ایسے مریض کو مہلک ادویات نہ دی جائیں نہ ہی اس غرض سے علاج ترک کرنے کی اجازت نہیں ہے کہ مریض کو جلدی موت آ جائے۔(۹۶)

(IMANA)Islamic Medical Association of North America کا فیصلہ

IMANA کا فیصلہ سب سے زیادہ متوازن ہے اور ڈاکٹرز اس کو زیادہ قبول کرتے ہیں: IMANA کے مطابق ،ایسا شخص جو شخص سقراط میں مبتلا ہو یا مستقل نباتاتی حالت (۹۷) persistent vegetative state (PVS) میں ہو اس کی تکلیف کو خواہ مخواہ علاج کے نام پر نہ بڑھایا جائے، اگر اطباء کی ٹیم نے یہ فیصلہ کر دیا ہو کہ اب موت ناگزیر ہے اور اس ٹیم میں critical care physician بھی شامل ہو تو مریض کو بلاضرورت اعمال کے بغیر سکون سے مرنے دیا جائے ،اس صورت میں روزمرہ کا علاج اور خوراک جاری رکھی جائے گی لیکن مصنوعی طور پر زندگی کو برقرار رکھنے کی کوششیں نہ کی جائیں اور اس حالت میں اگر مشینی سہارے پر زندہ ہو تو ان مشینوں کو ہٹایا جا سکتا ہے۔ مریض کا علاج عزت، آرام و سکون اور درد کو کنٹرول کر کے کیا جائے ،اسے غذا اور پانی محروم کرنے کی کوشش نہ کی جائے البتہ اگر فیڈنگ ٹیوب نکل جائے تو دوبارہ داخل نہ کی جائے، لائف سپورٹنگ مشینوں پر کوئی ایسا عمل نہ کیا جائے جس سے موت کا عمل تیز ہو جائے۔ IMANA مکمل طور پر قتل الرحمۃ اور طبیب کی معاونت سے شدید مرض میں مبتلا مریضوں کی خودکشی کی مخالفت کرتی ہے،خواہ یہ معاونت طبی سہولیات فراہم کرنے والے عملے کی طرف سے ہو یا مریض کے رشتہ داروں کی طرف سے ہو۔قتل الرحمۃ اور خودکشی اسلام میں حرام ہے۔ (۹۸)

رحمدلی کے پسِ پردہ کیا ہے؟

محمد بن محمد المختار الشنقیطی ان حقائق کو بے نقاب کرتے ہیں کہ رحمدلی کے پسِ پردہ درحقیقت کیا ہے؟ شفاء سے مایوس مریض کے رحمدلی کی وجہ سے قتل کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ ایسے مریض کو قتل کرنا رحمدلی نہیں بلکہ شیطان نے اس ظالمانہ عمل کو رحمدلی کے نام پر سجا کر پیش کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ** (۹۹) ''کہ شیطان نے ان کے لیے اعمال (سیئہ) کو مزین کر رکھا ہے''۔ دراصل یہ معاشرے میں فتنہ وفساد ہے اور یہ فسادی خود کو مصلح بھی سمجھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ** (۱۰۰) ''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں ہم اصلاح کرنے والے ہیں''۔ الشنقیطی کے بقول یہ کھلم کھلا قتل ہے نہ کہ رحمدلی، اور اس طرح سے ڈاکٹر ایک قاتل بنے گا، یہ حدود اللہ پر اعتداء ہے اور انسان کو اللہ کی مقرر کردہ حدود میں تبدیلی کا اختیار نہیں ہے کیونکہ انسان بہت سے معاملات میں ظالم اور جاہل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے: **إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا** (۱۰۱) ''بے شک وہ ظالم اور جاہل ہے''۔

اس لیے اسلامی شریعت میں قتل الرحمۃ کی کبھی بھی اجازت نہیں دی جاسکتی کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ نہیں ہے بلکہ قانونِ الٰہی ہے، جو نصوصِ قرآن وسنت میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کسی کو قتل کرنا اطباء کے دائرہ اختیار سے بھی باہر کیونکہ ان کا فرض زندگی بچانا ہے زندگی لینا نہیں۔ قتل الرحمۃ کی بجائے اطباء کو لاعلاج امراض کے علاج کے دریافت کرنے اور مریض کو آرام وسکون پہنچانے کے لیے طبی طریقے دریافت کرنے چاہئیں۔ ایک ماہر طبیب کو خالق اور مخلوق کے درمیان حائل نہیں

ہونا چاہیے، اور اللہ تعالیٰ انسانوں سے زیادہ رحمدل ہے۔ ہمیں اللہ کی رحمدلی کے بارے میں کسی قسم کے شک وشبہ کا شکار نہیں ہونا چاہیئے اور نہ اللہ سے بڑھ کر خود کو رحمدل بنا کر پیش کرنا چاہیئے، اور یہ نام نہاد مہذب لوگ اللہ کو رحمدلی سکھانا چاہتے ہیں: قُلْ أَتُعَلِّمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ (۱۰۲) ''کہہ دیں کہ کیا تم اللہ کو اپنا دین سکھانا چاہتے ہو''۔ تمام اولیاء اللہ مشکلات کو برداشت کر کے اور کمالِ صبر کا مظاہرہ کر کے اللہ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (۱۰۳)

اور سچی بات یہ ہے کہ قتل الرحمۃ محض مریض کی تیمارداری سے بچنے، اخراجاتِ علاج سے جان چھڑانے، انسانی آبادی کو کم کر کے ان کے حصے کے وسائل پر قبضہ جمانے کی مادی ذہنیت کی کاوش ہے جس کو رحمدلی کا نام دے کر اس اخلاقی زہر کو معاشرے کے لیے قابلِ قبول بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ بعض اوقات ایسے مریضوں کو ترغیب دے کر انہیں اعضاء عطیہ کرنے پر آمادہ کر کے قتل کر دیا جاتا ہے اور بعض اوقات ان کی اجازت کی بھی ضرورت نہیں سمجھی جاتی اور اس طرح سے Human spare parts کا مکروہ دھندا عروج پکڑ رہا ہے۔

خلاصہ دلائل

۱۔ تمام مذاہب اور انسانی معاشرے، ماسوائے مادیت زدہ معاشروں کے، انسانی زندگی کے تقدس پر یقین رکھتے ہیں اور قتل الرحمۃ اس تقدس کو تباہ کرنے کا ذمہ دار ہے۔

۲۔ بعض اوقات ہم بیمار اور معذور لوگوں کو معاشرے کے لیے بے فائدہ سمجھ کر ان سے جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ معاشرے کے لیے بے فائدہ ہونے کے لیے بھی کوئی معیار مقرر نہیں ہے اور نہ ہی انسان اپنے موجودہ تعصبات کے ساتھ اس کا فیصلہ کرنے کے اہل ہیں۔

۳۔ انسانی تاریخ میں قانونی طور پر یوتھنیزیا کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، اگر کہیں ایسا کیا بھی گیا ہے تو اسے غیر اخلاقی اور غیر قانونی سمجھ کر اس پر شدید تنقید کی گئی ہے۔ ہم یوتھنیزیا کے قانونی اور شرعی پہلوؤں پر بحث کر رہے ہیں غیر قانونی اعمال ہمیشہ سے معاشرہ میں رہے ہیں اور ان پر ذمہ دار افراد کو سزا بھی ملتی رہتی ہے۔ آج اگر ہم اختیاری یوتھنیزیا کے بارے میں قانون بنالیں تو کل کلاں یہ غیر اختیاری یوتھنیزیا اور پھر خلافِ اختیار یوتھنیزیا کی بنیاد بن جائے گا جو کہ ایک عظیم انسانی المیہ کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

۴۔ قتل الرحمۃ کی وجہ سے بعض اوقات ورثاء یا اس شخص پر انحصار کرنے والے بہت سے افراد کے حقوق متاثر ہوتے ہیں۔ کیونکہ انسانی معاشرہ میں کوئی بھی شخص اکیلا زندگی نہیں گزارتا بلکہ بہت سے لوگ اس پر انحصار کر رہے ہوتے ہیں اور وہ خود بھی بہت سے افراد پر انحصار کر رہا ہوتا ہے۔ ہر زندگی کے خاتمے سے اس سے وابستہ افراد کی چین متاثر ہوتی ہے۔

۵۔ ہمیں قتل الرحمۃ پر بہت زیادہ رقم اور وسائل کو ضائع کرنے کی بجائے یہی رقم امراض کے لیے نئے علاج دریافت کرنے، مریضوں کی بہتر دیکھ بھال، انہیں تکلیف سے نجات دینے کے نئے طریقوں کی تحقیق پر صرف کرنی چاہیے

تا کہ انسانیت کا فائدہ ہو۔

۶۔ یوتھنیزیا (قتل الرحمۃ) کو باضابطہ بنانا بہت مشکل ہے کیونکہ اس کا صرف سائنسی پہلو نہیں ہے بلکہ اس کا سماجی پہلو بھی ہے جہاں بہت سے چھپے ہوئے اور حائل متغیرات ہمارے فیصلوں پر اثرانداز ہوتے ہیں۔

۷۔ بہت سے ممالک میں جہاں مریض یا اس کے ورثاء مہنگا علاج افورڈ نہیں کر سکتے وہ قتل الرحمۃ کو ایک آسان اور سستا حل سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں، جو کہ انسانیت کے نام پر ایک بدنما دھبا ہے۔ ایسے مریضوں کو علاج کی مناسب سہولیات مفت فراہم کی جائیں تو اس سے اس انسانی المیہ سے جان چھڑائی جا سکتی ہے، اور ورثاء کی جانب سے مریض پر مرنے کا سماجی دباؤ بھی کم ہوگا۔

۸۔ ڈاکٹرز اور نرسز کو لوگوں کی زندگی بچانے کی تربیت فراہم کی جاتی ہے، قتل کرنا ان کے پیشے کی نوعیت کے خلاف ہے اور انہیں ایسا کرنے پر آمادہ کرنا انہیں اپنے فرائض سے ہٹا کر غلط راستے پر ڈالنا ہے جس کا نتیجہ بہت خطرناک نکل سکتا ہے۔

۹۔ قتل الرحمۃ کی اجازت دینے سے ڈاکٹر بہت زیادہ با اختیار ہو جائیں گے کہ وہ جج کی طرح ''سزائے موت'' دینے کا اختیار حاصل کر لیں گے اور وہ بھی بغیر گواہی اور دلائل کے۔۔۔۔

۱۰۔ اس کا تعلق انسانی اعضاء کی غیر قانونی تجارت سے بھی ہے، جہاں قتل الرحمۃ کے نام پر وقت سے پہلے ہی مریض کو قتل کر کے اس کے اعضاء مارکیٹ میں فروخت کر دیئے جائیں گے۔

۱۱۔ جو مریض شدید متعدی امراض کے شکار ہوں گے انہیں اخلاقی طور پر اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ خودکشی کر کے لوگوں کو اس متعدی مرض سے بچا سکتے ہیں اور اس طرح سے اس متعدی مرض کا علاج دریافت کرنے کی بجائے یہ آسان طریقہ فروغ پا جائے گا۔ اور بعض اوقات طبی ماہرین علاج کے موجود ہونے کے باوجود محض مرض کے پھیلنے کے خطرے کے پیش نظر مریضوں کو مار کر اسے کنٹرول کرنے کی کوششیں کر سکتے ہیں۔

۱۲۔ اسی طرح سے مادیت زدہ سماجی ادارے بھی طبی وسائل اور معاشرتی و ماحولیاتی وسائل کو بچانے کے لیے قتل الرحمۃ کے نام پر مریضوں کو قتل کرنے کے لیے دباؤ ڈال سکتے ہیں۔

۱۳۔ مذہبی نقطہ نظر سے زندگی ہماری اپنی نہیں بلکہ ایک عطیہ الٰہی ہے ہم صرف اس کے نگہبان ہیں اور ہمیں اللہ کی نگرانی اور رہنمائی میں اچھی زندگی گزارنے کی کوشش کرنی چاہئے نہ کہ اسے ضائع کرنا چاہئے۔

۱۴۔ اگر یوتھنیزیا کے بارے میں قانون بنالیا جائے تو پھر دیگر قوانین کی طرح سے یہ قانون بھی غلط استعمال ہو سکتا ہے اور ایک قاتلانہ ہتھیار کے طور پر استعمال ہو سکتا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ قتل کے بدلے میں قتل کی سزا تو نام نہاد مہذب اقوام ختم کرانے کے لیے کوشاں ہیں لیکن بیر کسی جرم کے مریض کو قتل کرنے کی حمایت میں سرگرداں ہیں۔۔

نتیجہ

مندرجہ بالا دلائل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ اسلام اختیاری، غیر اختیاری، خلافِ اختیار، فاعل یا منفعل، قتل الرحمۃ کی اجازت نہیں دیتا، تاہم DNR (Do Not Resuscitate) کا آرڈر کسی حد تک قابلِ عمل ہوسکتا ہے بشرطیکہ کہ ڈاکٹر کو پختہ یقین ہو کہ ایسا کرنے سے مریض کو فائدہ نہیں ہوگا، اس طرح سے اس آرڈر کا مریض کی طرف سے کوئی اثر نہیں ہوگا تمام تر فیصلہ طبی ماہرین ہی کریں گے۔ البتہ جو مریض مستقل نباتاتی حالت persistent vegetative state (PVS) میں حالت ہوں انہیں بغیر تکلیف سے مرنے دینے کی اجازت ہے لیکن اس کے لیے نہ تو جاری علاج روکا جائے اور نہ ہی فیڈنگ ٹیوب وغیرہ کو ہٹایا جائے۔ مریض کا علاج اس وقت ترک کیا جاسکتا ہے جب کہ یہ یقینی طور پر ثابت ہوجائے کہ اس علاج کا مریض کوئی فائدہ نہیں اور یہ کہ علاج بذاتِ خود تکلیف دہ امر ہے۔ کوئی ایسا طریقہ نہ اختیار کیا جائے جس سے زندگی بچانے والے آلات پر انحصار کرنے والے مریض کے مرنے کا عمل تیز ہوجائے۔ شدید اور تکلیف دہ مرض کے شکار مریض کو کاؤنسلنگ مہیا کی جائے تاکہ وہ بیماری کی تکلیف اور شدت کو برداشت کرسکے اور کاؤنسلر کے لیے ضروری ہے کہ وہ ماہرِ نفسیات ہونے کے ساتھ ساتھ مذہبی معاملات کا بھی ماہر ہو کیونکہ مذہبی طور پر مریض زیادہ اثر قبول کرنے کی حالت میں ہوتا ہے۔

مراجع وحواشی

(۱) http://www.merriam-webster.com/dictionary/euthanasia (04-06-2014; 08 PM)

(۲) "Euthanasia". Oxford Dictionaries. Oxford University Press. April 2010. Retrieved 26 April 2011.

(۳) http://www.merriam-webster.com/dictionary/euthanasia (04-06-2014; 08 PM)

(۴) Kiarash Aramesh and Heydar Shadi, "Euthanasia: an Islamic ethical perspective," Iran J Allergy Asthma Immunol February 6, no. Suppl 5 (2007).

(۵) Mehran Narimisa, "EUTHANASIA IN ISLAMIC VIEWS," European Scientific Journal 10, no. 10 (2014).

(۶) Hamza A Hammad, "Mercifull Killing A Legal Fiqhi Maqasidi Perspective," Dirasat: Shari'a and Law Sciences 34, no. 2 (2010).

(۷) Aziz Sheikh, "Death and dying--a Muslim perspective," Journal of the Royal Society of Medicine 91, no. 3 (1998).

(۸) Abdallah S Daar and A Khitamy, "Bioethics for clinicians: 21. Islamic bioethics," Canadian Medical Association Journal 164, no. 1 (2001).

(۹) Mohammed Ali Albar, "Seeking remedy, abstaining from therapy and resuscitation: an Islamic perspective," Saudi Journal of Kidney Diseases and Transplantation 18, no. 4 (2007).

(۱۰) IMANA Ethics Committee. (2005). Islamic medical ethics: the IMANA perspective. Journal of the Islamic Medical Association of North America, 37(1)

(۱۱) نورالدین بوکردید، "منہج الشریعۃ الاِسلامیۃ فی محاربۃ الاِنتحار"، 5Research and Studies، 11 no. (2013).

(۱۲) Stolberg, Michael (2007). Active Euthanasia in Pre-Modern Society, 1500-1800: Learned Debates and Popular Practices, Social History of Medicine 20 (2): 206-07.

(۱۳) Stolberg, Michael (2007). Active Euthanasia in Pre-Modern Society, 1500-1800: Learned Debates and Popular Practices, Social History of Medicine 20 (2): 206-07.

(۱۴) Emanuel, Ezekiel (1994). The history of Euthanasia debates in the United States and Britain, Annuals of Internal Medicine 121 (10): 796.

(۱۵) LaFollette, Hugh (2002). Ethics in practice: an anthology, Oxford: Blackwell. pp. 25-26. ISBN 0-631-22834-9.

(۱۶) James Rachels, 'Active and Passive Euthanasia'. The New England Journal of Medicine, Vol. 292, pp 78-80, 1975

(۱۷) http://www.bbc.co.uk/ethics/euthanasia/ (05-07-2014; 10 PM)

(۱۸) http://www.churchofeuthanasia.org/graphics/ranstick.html (04-08-2014; 11 PM)

(۱۹) Euthanasia: The Approach of the Courts in Israel and the Application of Jewish Law Principles, Jewish Virtual Library.

(۲۰) القرآن ، البقره، 30. (۲۱) القرآن ، التین، 04 . (۲۲) القرآن ، المائدة، 32.

(۲۳) القرآن ، النساء، 29– 30 (۲۴) القرآن ، البقرة، 84.

(۲۵) Old Testament, Deuteronomy. 27:25

(۲۶) Old Testament, Amos 1:13 (۲۷) New Testament, John 3:16-17; 8:44; 10:10

(۲۸) صحیح بخاری، ، ج 2 ،ص 96 ، رقم الحدیث، 134

(۲۹) جامع ترمذی، ج 2 ،ص 371 ، رقم الحدیث، 1068

(۳۰) Ecclesiastes 7:17

(۳۱) البقرة، 178 . (۳۲) انساء: 93.

(۳۳) صحیح البخاری، ج1، ص28، رقم الحدیث 85

(۳۴) صحیح البخاری، ج 3، ص 121، رقم الحدیث، 2653.

(۳۵) صحیح البخاری، ج 4، ص 99، رقم الحدیث، 3166.

(۳۶) صحیح البخاری، ج 4، ص 133، رقم الحدیث، 3335. (۳۷) مجلة الأحکام العدلیة، ج 1، ص 16.

(۳۸) أبو داود، سلیمان بن الأشعث السِّجِستانی (المتوفی: 275هـ)، سنن أبی داود، المکتبة العصریة، صیدا – بیروت، ج 4، ص 285، رقم الحدیث، 4941 (۳۹) مجلة الأحکام العدلیة، ج 1، ص 19.

(۴۰) أبو داود، کتاب الطب، رقم 3357، والترمذی کتاب الطب 1961، وابن ماجة، الطب، 3427.

(۴۱) الترمذی فی صفة القیامة حدیث رقم (2517) وقال حدیث غریب.

(۴۲) التحقیق أن من التداوی ما هو محرم، ومنه ما هو مکروه، ومنه ما هو مباح، ومنه ما هو مستحب، ومنه ما هو واجب: وهو ما یُعلم أنه یحصل به بقاء النفس لا بغیره، لیس التداوی بضرورة بخلاف أکل المیتة. (ابن تیمیة، تقی الدین أبو العباس أحمد الحرانی الحنبلی الدمشقی (المتوفی: 728هـ)، الفتاوی الکبری لابن تیمیة، دار الکتب العلمیة، 1408هـ – 1987م، ج 18 ص 13 و ج 24 ص.357)

(۴۳) أما التداوی فلا یجب عند أکثر العلماء. (الفتاوی الکبری لابن تیمیة 24/272-276.)

(۴۴) مبارک ، قیس بن محمد آل الشیخ ، التداوی و المسؤولیة الطبیة فی الشریعة الإسلامیة، مؤسسة الریان، 1997 ص99.

(۴۵) ابن ماجة ،رقم الحدیث، 2340، 2341، 2342   (۴۶) القرآن، البقرة، 195.

(۴۷) الطَّبِیبُ الْجَاهِل: هُوَ الَّذِی یَسْقِی الْمَرْضَی دَوَاءً مُهْلِکًا. (اللجنة العلماء، الموسوعة الفقهیة الکویتیة، وزارة الأوقاف والشئون الإسلامیة – الکویت ، دار السلاسل – الکویت، ج 17، ص 101)

(۴۸) ذَهَبَ الْحَنَفِیَّةُ إِلَی فَرْضِ الْحَجْرِ عَلَی ثَلاَثَةٍ وَهُمْ: الْمُفْتِی الْمَاجِنُ، وَالطَّبِیبُ الْجَاهِل، وَالْمُکَارِی الْمُفْلِسُ . الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج 17، ص 101

(۴۹) وَإِنِ امْتَنَعَ الْمَرِیضُ مِنَ الْعِلاَجِ مَعَ بَقَاءِ الْمَرَضِ اسْتَحَقَّ الطَّبِیبُ الأْجْرَ مَا دَامَ قَدْ سَلَّمَ نَفْسَهُ وَمَضَی زَمَنُ الْمُعَالَجَةِ؛،الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج 1، ص 300

(۵۰) ابن قدامة، أبو محمد موفق الدین المقدسی ثم الدمشقی الحنبلی، (المتوفی: 620هـ)، المغنی لابن قدامة، مکتبة القاهرة، ج 5، ص 390

(۵۱) لِأَنَّ اسْتِنْقَاذَهُ أَصْبَحَ فَرْضَ عَیْنٍ عَلَیْهِ مَا دَامَ قَادِرًا عَلَیْهِ، حَتَّی لَوِ امْتَنَعَ عَنْ ذَلِکَ لَکَانَ آثِمًا، وَفِی ضَمَانِهِ لَهُ – إِنْ مَاتَ لِعَدَمِ اسْتِحْیَائِهِ - اخْتِلاَفٌ. الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج3، ص154، المغنی لابن قدامة، ج5، ص390

(۵۲) اتَّفَقَ الْفُقَهَاءُ عَلَی أَنَّ الْعُدْوَانَ شَرْطٌ مِنْ شُرُوطِ وُجُوبِ الْقِصَاصِ فِی الْجِنَایَةِ ... لأِنَّ الْغَرَضَ مِنْ فِعْل الطَّبِیبِ هُوَ شِفَاءُ الْمَرِیضِ لاَ الاِعْتِدَاءُ عَلَیْهِ. الموسوعة الفقهیة الکویتیة ، ج 16، ص 65.

(۵۳) الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج 23، ص 148

(۵۴) الشربینی، شمس الدین، محمد بن أحمد الخطیب الشربینی الشافعی (المتوفی: 977هـ)، مغنی المحتاج إلی معرفة معانی ألفاظ المنهاج، دار الکتب العلمیة، 1415هـ – 1994م، ج 5، ص 227

(۵۵) لجنة مکونة من عدة علماء وفقهاء فی الخلافة العثمانیة، مجلة الأحکام العدلیة،نور محمد، کارخانہ تجارتِ کتب، آرام باغ، کراتشی، ج 1، ص 16   (۵۶) مجلة الأحکام العدلیة، ج 1، ص 25

(۵۷) صحیح بخاری، ج 2، ص 96، رقم الحدیث 1363   (۵۸) سنن ابن ماجه ،ج3، ص582، رقم الحدیث 254

(۵۹) القرآن ، البقرة، 11-12. (۶۰) القرآن ، الاسراء، 31

(۶۱) البخاری، صحیح البخاری، دار طوق النجاة ،1422هـ، ج 1، ص 18، رقم الحدیث، 18

(۶۲) احمد، أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشیبانی (المتوفی: 241هـ)، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مؤسسة الرسالة، 1421 هـ – 2001 م، ج 37.، ص 341، رقم الحدیث، 2668

(۶۳) Leslie Kane, Doctors Struggle With Tougher-Than-Ever Dilemmas: Other Ethical Issues, 11 November 2010

(۶۴) ATILLA SENIH MAYDA, ERDEM ?ZKARA and FUNDA ?ORAP?IOGLU (2005), Attitudes of oncologists toward Euthanasia in Turkey, Palliative & Supportive Care, 3, pp 221-225.

(۶۵) صحیح البخاری، ج 7، ص 114، رقم الحدیث، 5641

(۶۶) صحيح البخاری، ج 7، ص 115، رقم الحديث، 5647

(۶۷) صحيح البخاری، ج 7، ص 114، رقم الحديث، 5640

(۶۸) صحيح مسلم، ج 4، ص 1993، رقم الحديث، 2574

(۶۹) صحيح مسلم، ج 4، ص 1993، رقم الحديث، 2575

(۷۰) الترمذی، محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاک، الترمذی، أبو عيسى (المتوفى: 279هـ)، سنن الترمذی، دار الغرب الإسلامی – بيروت، 1998 م، ج 4، ص 180، رقم الحديث، 2399

(۷۱) صحيح مسلم، ج 4، ص 1991، رقم الحديث، 2572　　(۷۲) مجلة الأحكام العدلية، ج 1، ص 16

(۷۳) سنن ابن ماجه، ج .1 ص 516، رقم الحديث، 1616

(۷۴) http://plato.stanford.edu/entries/double-effect/ (23-04-2014; 07 PM)

(۷۵) http://hospicecare.com/about-iahpc/publications/ethical-issues-2/other-publications/the-double-effect-of-pain-medication-separating-myth-from-reality/ (18-09-2014; 8 PM)

(۷۶) صحيح البخاری، ج 1، ص 6، رقم الحديث 1.

(۷۷) لَوْ قَالَ ذَلِکَ اُقْتُلْنِي فَقَتَلَهُ وَجْهُ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ أَنَّ الْإِذْنَ صَحَّ هُنَا؛ لِأَنَّ لِلْآذِنِ أَنْ يَفْعَلَ ذَلِکَ بِنَفْسِهِ فَيَنْتَقِلُ عَمَلُ الْمَأْذُونِ إلَيْهِ وَيَصِيرُ كَأَنَّهُ فَعَلَهُ بِنَفْسِهِ.

السرخسی، محمد بن أحمد بن أبی سهل شمس الأئمة (المتوفى: 483هـ)، المبسوط، دار المعرفة – بيروت، 1414هـ–1993م، ج 16، ص 14

(۷۸) فِي رِوَايَةِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ فَإِنَّهُ يَقُولُ يَضْمَنُ الدِّيَةَ. المبسوط، ج 16، ص 14

(۷۹) قَوْلِهِ اُقْتُلْنِي فَالْإِذْنُ هُنَاکَ غَيْرُ صَحِيحٍ. المبسوط، ج 16، ص 14

(۸۰) وَذَكَرَ الْحَسَنُ بْنُ أَبِي مَالِکٍ عَنْ أَبِي يُوسُفَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – فِي قَوْلِهِ اُقْتُلْ ابْنِي كَقَوْلِ زُفَرَ، وَفِي قَوْلِهِ اُقْتُلْنِي كَقَوْلِ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَجْهُ تِلْکَ الرِّوَايَةِ أَنَّ الْإِذْنَ فِي الِابْتِدَاءِ كَالْعَفْوِ فِي الِانْتِهَاءِ. المبسوط، ج 24 ص 91

(۸۱) وَمن قَالَ لغيره اقتلنی فَقتله عمدا أم خطأ تجب الدِّيَة دون الْقود فِي ظَاهر الرِّوَايَة.

السمرقندی، محمد بن أحمد بن أبی أحمد، أبو بكر علاء الدين السمرقندی (المتوفى: نحو 540هـ)، تحفة الفقهاء، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، 1414 هـ – 1994 م، ج 3، ص 102

(۸۲) إذَا قَالَ الرَّجُلُ لِآخَرَ: اُقْتُلْنِي، فَقَتَلَهُ أَنَّهُ لَا قِصَاصَ عَلَيْهِ عِنْدَ أَصْحَابِنَا الثَّلَاثَةِ، وَعِنْدَ زُفَرَ يَجِبُ الْقِصَاصُ.

الكاسانی، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاسانی الحنفی (المتوفى: 587هـ)، بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، دار الكتب العلمية، 1406هـ – 1986م، ج 7، ص 236

(۸۳) وَلَوْ قَالَ اُقْتُلْنِي فَقَتَلَهُ تَجِبُ عَلَيْهِ الدِّيَةُ وَلَا يَصِحُّ إذْنُهُ فِي إبْطَالِ حَقِّ الْوَرَثَةِ.

الزيلعی، عثمان بن علی بن محجن البارعی، فخر الدين الزيلعی الحنفی (المتوفى: 743 هـ)، تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق وحاشية الشِّلْبِيِّ، المطبعة الكبرى الأميرية – بولاق، القاهرة، 1313 هـ، ج 2، ص 65

(۸۴) فَإِنَّهُ لَوْ قَالَ اُقْتُلْنِي فَقَتَلَهُ يُؤْخَذُ بِالْقِصَاصِ فِي رِوَايَةٍ وَبِالدِّيَةِ فِي أُخْرَى.

البابرتی، محمد بن محمد بن محمود، أكمل الدين أبو عبد الله ابن الشيخ شمس الدين ابن الشيخ جمال

الدین الرومی البابرتی (المتوفی: 786ھ)، العنایة شرح الهدایة، دار الفکر، ج8، ص 191

(۸۵) وَلَو قَالَ اقتلني فَقتله لَا يجب الْقصاص وَتجب الدِّيَة. الحلبی، أحمد بن محمد بن محمد، (المتوفی: 882ھ)، لسان الحکام فی معرفة الأحکام، البابی الحلبی – القاهرة، 1393 – 1973، ج1، ص 390

(۸۶) وأحسن ما رأيت فی ذلک أنه يقتل القاتل؛ لأن المقتول عفا عن شیء لم يجب له، وإنما يجب لأوليائه.

ابن رشد، أبو الولید محمد بن أحمد بن رشد القرطبی (المتوفی: 520ھ)، البیان والتحصیل والشرح والتوجیه والتعلیل لمسائل المستخرجة، دار الغرب الإسلامی، بیروت – لبنان، 1408ھ – 1988م، ج16، ص 57

(۸۷) مَنْ قَالَ لِرَجُلٍ اُقْتُلْنِي وَلَک أَلْفُ دِرْهَمٍ فَقَتَلَهُ لَا قَوَدَ عَلَيْهِ وَيُضْرَبُ مِائَةً وَيُحْبَسُ عَامًا

(۸۸) لَوْ قَالَ لَهُ الْمَوْرُوثُ: اقْتُلْنِي فَقَتَلَهُ لَمْ يَرِثْهُ

الماوردی، أبو الحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی، (المتوفی: 450ھ)، الحاوی الکبیر فی فقه مذهب الإمام الشافعی وهو شرح مختصر المزنی، دار الکتب العلمیة، بیروت – لبنان، 1419 ھ – 1999م، ج10، ص 267

(۸۹) http://www.sehha.com/medical/IslamicCodeEthics5b.htm (07-06-2014; 8:30 PM)

(۹۰) المیثاق الإسلامی العالمی للأخلاقیات الطبیة والصحیة، الباب الخامس، القضایا الاجتماعیة، تیسیر الموت أو قتل المرحمة، المادة 62

(۹۱) قرارات و فتاویٰ مجلس الاوربی للافتاء والبحوث، ایفا پبلیکیشنز، نئی دهلی، 2008، ص 188– 189

(۹۲) Dr. Muhammad Al-Hawari, Euthanasia , European council for Fatwa and Research, Stockholm, 2003¡ pp 21-22

(۹۳) http://islamset.net/arabic/aioms/injazat.html (18-08-2013; 12:40 AM)

(۹۴) http://islamset.net/ioms/seminar2.html (11-09-2013; 10:15 AM)

(۹۵) Dr. Muhammad Al-Hawari, Euthanasia , European council for Fatwa and Research, Stockholm, 2003¡ pp 21-22

(۹۶) EFA, New problems and the decisions of Islamic Fiqh Academy of India, Islamic Fiqh Academy India, New Delhi, India, 2012, (Urdu Edition),(16th Seminar, Azam Garh, 30 March to 02 April 2007, pp 218

(۹۷) PVS is defined as a sub-acute or chronic condition which usually follows severe brain injury and total lack of cognitive function with preserved blood pressure, respiratory control, that persists for more than two months.

(۹۸) Shahid Athar, and Hossam E. Fadel, Islamic Medical Ethics: The IMANA Perspective, Imana Ethics Committee, from: www.imana.org.

(۹۹) القرآن، العنکبوت 38 (۱۰۰) القرآن، البقرة 11 (۱۰۱) القرآن، الاحزاب 72

(۱۰۲) القرآن، الحجرات 16

(۱۰۳) الشنقیطی، محمد بن محمد المختار، شرح زاد المستقنع، دروس صوتیة موقع الشبکة الإسلامیة، رقم الدرس 348، ص 11